© rasailojaraid.com

تہمت پر چار گواہ۔ قذف کی سزا

تحریر: محمود مرزا جہلمی چیف ایڈیٹر ہفت روزہ ''صدائے مسلم'' ، جہلم

الیکٹرانک میڈیا پر خصوصاً اور پرنٹ میڈیا پر عموماً ایسے سیمینار منعقد کرائے جاتے ہیں جن کے ذریعے اسلامی احکام اور خاص طور پر حدود کی سزاؤں کے متعلق غلط فہمی پھیلائی جاتی ہے۔ اس کے پیچھے ان امریکی ایجنٹوں کی چال بازیاں کارفرما ہوتی ہیں جو ڈالر کھا کر اپنے آقا سے نمک حلالی کا ثبوت دیتے ہیں۔ یہ مغرب زدہ ایجنٹ اتنے ہوشیار ہوتے ہیں کہ بعض ادنیٰ درجے کے مولویوں کو علامہ کہہ کر اپنے جال میں پھانس لیتے ہیں اور وہ ٹی۔ وی کی سکرین پر جلوہ گر ہونے کے شوق میں ان نہایت ہی باریک مسائل پر اظہار خیال کرنے آ جاتے ہیں حالانکہ ان کا مبلغ علم بہت ہی قلیل ہوتا ہے۔ موجودہ حکومت چونکہ اتاترک کی برانڈ اسلام کو آئیڈیل کہتی ہے اس لئے اس کا ایما بھی اس قسم کی انتشار آمیز کاروائیوں میں شامل ہوتا ہے۔ این۔ جی اوز والے اور والیاں تو بیگانہ مال، بیگانوں کی خدمت بجالانے کے بدلے میں کھاتے ہیں۔ انسانی حقوق، شہری حقوق، نسوانی حقوق جیسی اصطلاحات گھڑ کر لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی مہمات چلائی جاتی ہیں۔ مگر انسانی حقوق کے منافق علم برداروں اور ان کے چیلے چانٹوں کو انسانی، شہری اور نسوانی حقوق کے مروڑ اس وقت نہیں اٹھتے۔ جب کشمیر، افغانستان، عراق، فلسطین اور گوانتا موبے میں انڈیا، امریکہ اور اسرائیل اس حقوق کو کند چھری سے ذبح کرتے ہیں۔

بدکاری پر اسلامی سزائیں، ایک خاص طبقہ کو پسند نہیں آتیں۔ یہ طبقہ دراصل بدکاری کا مرتکب ہے۔ اور چاہتا ہے کہ وہ بدکاری بھی کرے اور اسے کوئی پوچھنے والا بھی نہ ہو۔ ہم کہتے ہیں، حدود کے تحت قائم ہونے والے مقدمات میں سزا تو آج تک کسی کو ہوتی نہیں۔ نہ کوئی سنگسار ہوا۔ نہ کسی کو اسی (80) درے لگے اور نہ کسی کو سو کوڑے مارے گئے۔ پھر یہ واویلا کیوں؟ ایک آدھ ایسی مثال موجود ہے کہ کسی عدالت نے کوئی اسلامی حد جاری کرنے کا حکم دیا مگر خود شرعی عدالت نے اپیل میں سزا ختم کر دی اور ملزم بَری کر دیا۔

جاریہ بحث میں یہ بات بھی کہی گئی کہ زانیہ کے خلاف تو پرچہ بھی نہیں کٹنا چاہیے؟ اور یہ موقف ایک عالم دین کا تھا، گویا زانیہ کے نسوانی حقوق اتنے مقدس ہین کہ زنا جیسے فعل شنیعہ سے بھی ان کی تقدیس برقرار رہتی ہے۔ اگر واقعی یہ اسلام کا حکم ہے تو پھر زانی کو زانی کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے۔ زنا تو دو پارٹیوں، مرد و زن کا مشترکہ فعل ہے۔ اگر زانیہ، عورت ہونے کے ناتے، اس قابل ہے کہ اس کے خلاف پرچہ بھی نہ کٹنا چاہیے تو سیدھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بات ہی کیوں نہیں کہہ دی جاتی کہ زنا کو سرے سے قابلِ مواخذہ ہی نہ ہونا چاہیے۔ حدود آرڈی نینس میں ترمیم لانے کا مسلسل شور ہوتا رہتا ہے اور این۔ جی اوز والیاں اس میں ترامیم کرانے پر کمر بستہ رہتی ہیں مگر وہ یہ نہیں بتاتیں کہ اگر زنا ہو تو اس پر کوئی سزا ہونی چاہیے یا نہیں؟ اسلام اس باب میں شادی شدہ زانیہ کو کوئی رعائت نہیں دیتا بلکہ اسے بھی مرد کی طرح ہی سنگسار کراتا ہے۔ اگر زانیہ کنواری ہو تو اسے کنوارے مرد کے برابر سو کوڑے لگانا ہے۔ اور ساتھ یہ شرط لگاتا ہے کہ کوڑے لگانے میں رافت کا مظاہرہ نہ کیا جائے اور یہ سزا مسلمانوں کے ایک گروہ کی موجودگی میں دی جانی چاہیے۔ یہ نصِ قرآنی ہے۔ اس میں آئیں بائیں شائیں ممکن نہیں ہے۔ اگر تو یہ خواہش ہے کہ زنا کا خاتمہ ہونا چاہیے تو یہ صرف اسی سزا سے ممکن ہے۔ اور اگر یہ خواہش نہیں ہے۔ اور کوئی اسے جاری رکھنا چاہتا ہے تو وہ اسلام اور اس کی سزاؤں کو مطعون نہ کرے بلکہ یہ کہے کہ زنا کوئی جرم ہی نہیں ہے۔ ترامیم کے حامی مرد اور عورتیں دراصل چاہتے یہی ہیں مگر کہہ نہیں سکتے۔

غیرت کے نام پر قتل یا جائیداد کے تنازع پر قتل' دونوں زیر دفعہ 302 ت۔پ سزائے موت کے مستوجب ہیں۔ مگر این۔ جی۔ اوز والیاں یہ مطالبہ کرتی ہیں کہ غیرت کے نام پر قتل نہ ہونا چاہیے۔ مگر وہ یہ نہیں بتاتیں اگر کوئی شخص اپنی کسی بیٹی' بہن' بیوی وغیرہ کی بدکاری برداشت نہ کر سکے تو کیا کرے۔ ہم نہیں کہتے کہ وہ اسے قتل کر ڈالے پر اس کی غیرت کہتی ہے کہ وہ ایسا کر گزرے تو اب این۔ جی۔ اوز والوں کے پاس کیا تدبر ہے کہ وہ ایسا کرنے سے اسے روک دیں۔ غیرت' قانون کے تابع نہیں ہوتی۔ غیرت کے نام پر قتل کرنے والا غیرتمند بھائی' باپ یا خاوند جانتا ہے کہ اس کا چالان دفعہ 302 کے تحت ہوگا اور اسے سزائے موت ہو جائے گی مگر وہ یہ کر گزرتا اور پھانسی پر جھول جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ غیرت اپنے فیصلے خود کرتی ہے اور این۔ جی۔ اوز سے اجازت نہیں لیتی۔ اور اگر کسی کی غیرت اس بدکاری کو برداشت کر جاتی ہے تو کون ہے جو اسے یہ کہتا ہے کہ اسے بے غیرت نہیں ہونا چاہیے تھا۔ سو غیرت وہ جذبہ ہے جو فرد سے فرد تک مختلف ہوتا ہے۔ گویا یہاں بھی یہی مطالبہ ہے کہ زنا پر غیرت کو نہ جاگنا چاہیے اور اسے برداشت کر لینا چاہیے۔ وہی سیدھی بات کہ زنا پر کوئی قانون لاگو نہ ہونا چاہیے۔ اور اگر یہی بات ہے تو زنا بالجبر میں کیا قباحت ہے کہ اس میں مرد کو سزا ملے۔ اس کی سنگینی قانونی طور پر یہ ہے کہ مرد نے ارتکاب زنا' عورت کی رضامندی سے نہیں کیا لہٰذا اسے سزا ملنی چاہیے۔ اگر یہاں ملنی چاہیے تو رضامندی سے زنا کرنے والوں کو کیوں نہیں ملنا چاہیے؟ کیونکہ وجہ سزا زنا ہے۔ اسلام زنا کو روکنا چاہتا ہے اور بالجبر کی صورت میں عورت کو مظلوم قرار دے کر ظالم سے تلافی کرانے کے بعد اسے سنگسار کرتا ہے۔ اور اگر بالرضا ہو تو دونوں کو سنگسار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتا ہے۔علتِ سزا رضا یا جبر نہیں ہے بلکہ بذاتہٖ فعل زنا ہے۔ جبر کی صورت میں عورت مظلوم اور زانی مرد ظالم قرار پا کر سنگسار ہوگا۔ اور اپنے ظلم کا تاوان بھی عورت کو دے گا۔

مسلمان خواتین پر بدکاری کی تہمت لگانے والے کو 80 درے مارے جائیں گے۔ اسے قذف کی سزا کہا جاتا ہے۔ جس سوسائٹی میں زنا کی سزا رجم نہیں اور کنواروں کیلئے سو درے نہیں وہاں قذف کی سزا کیوں کر دی جاسکتی ہے۔ ایک پاک دامن خاتون پر بدکاری کی تہمت لگانا اسلام میں سنگین جرم ہے۔ اسلام اپنی عفت مآب بیٹیوں کی عصمت کا تحفظ چاہتا ہے اور اگر اس کی کوئی بیٹی اپنا گوہر عفت گنواتی ہے تو اسے اسی تحفظ میں ناکامی کی سزا دیتا ہے۔ کیا کوئی این۔ جی۔ او والی بی بی یہ چاہے گی کہ کوئی بدگو بلاوجہ ان کے دامنِ عصمت کو داغدار کرے؟ وہ ہرگز ایسا نہ چاہیں گی۔ اگر بدکاری کی تہمت پر سزا' ان کی نیک شہرت کا تحفظ کرتی ہے تو ٹھیک اسی قاعدہ کے تحت زانیہ سزا کی حقدار ہے کہ اس نے بالفعل بدکاری کر کے اپنی اور اپنے خاندان کی شہرت کو نقصان پہنچایا ہے۔ یہ سزا مسلم معاشرہ میں پاک دامنی اور صحتِ نسب کو برقرار رکھنے کیلئے ضروری ہے۔ مغربی معاشروں میں بے چارہ First forn پوری زندگی جھینپ کر رہتا ہے کیونکہ اس کی پیدائش پر زنا کا الزام قریب الثبوت موت ہے وہاں اکثر جوڑے قرارِ حمل کے بعد ہی رشتہ مناکحت قائم کرتے ہیں۔ اسلامی معاشرے میں کنواری ماؤں کا کوئی محکمہ نہیں ہے یہ سب یورپ اور امریکہ کی خرافات ہیں۔ اسلام صحت نسب کا محافظ ہے اور ایمان کے بعد مسلمان کا سب سے بڑا سرمایہ افتخار اس کا نسب ہے۔ جبکہ زنا صحتِ نسب کا دشمن ہے اور اسی سے قتل در قتل کے وہ لامتناہی سلسلے شروع ہوتے ہیں جن میں کئی کئی خاندان گم ہو جاتے ہیں اور ان کی قبروں پر کھڑا ہونے کیلئے بھی کوئی فرد باقی نہیں بچتا۔ نسل در نسل قتل کے خونین سلسلوں کی ابتدا یقیناً زنا یا اغوا سے ہوتی ہے۔

سورہ نور میں حدِ قذف کا بیان آیا ہے کہ عفت مآب مستورات پر بدکاری کی تہمت لگانے والے پر اسی (80) درے کی سزا ہے اگر وہ اپنے الزام کے ثبوت میں چار گواہ نہ پیش کرے۔ اسی سے متصل ایسے خاوندوں کا ذکر ہے جو اپنی بیویوں پر بدکاری کا الزام لگائیں مگر چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو یہاں زوجین کو لعان کی سہولت دی گئی ہے کہ ہر دو فریق چار بار قسم اپنی صداقت پر اور پانچویں قسم اس بات پر اٹھائیں کہ اگر وہ جھوٹ بولتے ہوں اور فریق ثانی سچا ہو تو خود اس پر لعنت ہو۔ یہیں سے یہ خیال پیدا ہوا کہ عام واقعہ زنا کا ثبوت بھی چار گواہوں کا طالب ہے۔ حالانکہ یہ تو محالات میں سے ہے کیونکہ بدکاری کرنے والے اخفا کی ہر تدبیر کرتے ہیں اور شاذ ہی ایسا ہوتا ہے کہ ان کے جرم کا کوئی چشم دید گواہ ہوا ہو۔ اور اگر کبھی ایسا ہو بھی جائے تو چار گواہوں کا اس ایک موقع پر آ موجود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہونا سراسر غیر قدرتی امر ہے۔ فقہاء یہاں جو مطالبہ نوعیت شہادت کا کرتے ہیں وہ تو اس سے بھی بڑھ کر محال ہے۔ کحل اور مکحل کی کیفیت کا مشاہدہ تو شاید اسی صورت میں ممکن ہے کہ زانی اور زانیہ خود ہی گواہ مقرر کریں اور ان کی موجودگی میں ارتکاب کریں۔ میں نہیں مانتا کہ چار گواہ اس نہایت ہی خفیہ عمل پر کبھی لائے جاسکتے ہوں اور رجم یا سو درے کی سزا کبھی نافذ کی جاسکتی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کو رجم کرایا تھا مگر وہ خود ہی طالب سزا ہوگئی تھی۔ لہٰذا گواہ وغیرہ کوئی نہ تھے۔

سورہ نور میں ان دونوں مقامات پر ''یرمون'' کا فعل آیا ہے۔ یہ عام تہمت طرازی ہے۔ ہوسکتا ہے اس میں تہمت بالزنا کا قرینہ بھی ہو لیکن اسے مطلق معنٰے میں فعل زنا پر نہیں برتا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مترجمین بالزنا کو خطوط وحدانی میں لکھتے ہیں۔ اور ان دونوں مقامات پر اس کا ترجمہ مختلف کرتے ہیں۔ قارئین یہ مقامات خود بھی دیکھیں۔ واقعہ زنا پر چار گواہ اس طرح تو کبھی لائے ہی نہیں جاسکتے اس لئے میرا یہ فتویٰ تو نہیں مگر ایک علمی خیال ہے کہ سورہ نور کے ان دونوں مقامات پر کسی عورت کے عمومی کردار پر فحاشی کا الزام لگانا اور اسی الزام کو ثابت کرنے کیلئے مدعی یا خاوند کو چار گواہ لانے کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ سوسائٹی سے چار ذمہ دار افراد اپنے ساتھ لائے اب جو یہ کہیں کہ واقعی ملزم کی عام شہرت اچھی نہیں اور اس کے کردار پر اہل محلّہ انگلی اٹھاتے ہیں۔ مگر واقعہ زنا پر یہ حکم لاگو نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ ناقابل عمل ہے اور اگر واقعی واقعہ زنا پر بھی چار گواہ ہی مطلوب ہوں تو پھر حدود آرڈی نینس میں ترمیم کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی کیونکہ یہ ایک ایسا قانون ہے جو صرف قانون کی کتابوں میں ہی زندہ ہے، مگر اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا این۔ جی۔ اوز والے مطمئن رہیں۔ نہ نومن تیل ہوگا، نہ رادھا ناچے گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ شہادت کا اتنا کڑا معیار قائم کرکے، اسلام یہ چاہتا ہے کہ مبینہ فریقین زنا کی زندگیاں بادی النظری میں برباد کرکے نہ رکھ دی جائیں۔ محض امکانات، قرائن اور شہادت کی بنا پر سو درے نہ مار دیئے جائیں کیونکہ اس سے معاشرتی زندگی میں ایسے لوگوں کا جینا محال ہوجاتا ہے وہ جیتے جی کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے بلکہ اگر ان کی کوئی اولاد ہوجائے تو اس کا جینا، ان سے بھی بڑھ کر حرام ہوجاتا ہے۔ اور جس خاندان کا کوئی فرد سنگسار کردیا جائے تو اس ندامت سے پورا خاندان خاک میں مل جاتا ہے۔

جرم وسزا کے سلسلے میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام جنس کو سامنے رکھ کر فیصلے نہیں کرتا۔ اگر زانی کو سنگسار کرنے کا حکم دیتا ہے تو عورت کو بھی سنگسار کرتا ہے۔ اگر کسی مرد سارق کا قطع الید کرنا ہے تو رسول اللہ ﷺ فاطمہ نامی ایک سارقہ کا ہاتھ اس فرمان کے ساتھ کاٹنے کا حکم دیتے ہیں کہ اگر اس کی جگہ فاطمہ بنت محمد ﷺ ہوتی تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیا جاتا۔اسی طرح اعمال وفرائض کے ضمن میں ان سے کوئی رعائت نہیں برتی گئی لہٰذا یہ کہنا کہ عورت کے خلاف قانونی کاروائی نہیں ہونی چاہیے، اسلامی تعلیمات سے بدترین قسم کی بے خبری کا نتیجہ ہے۔اگر عورت کے خلاف کاروائی نہیں ہونی چاہیے تو پھر اسے کسی بھی دوسرے شخص کے خلاف قانونی کاروائی کا حق نہ ملنا چاہیے۔کیا یہ کہنے والے حدیث معراج سے غافل ہیں جس کے بموجب جہنم میں عورتوں کی کثرت ہوگی۔اگر اسے اغوا کرنے والا مرد ہے تو یہ بھی اپنے آشنا سے مل کر خاوندوں کو قتل کرتیں اور آشناؤں کے ساتھ بھاگ جاتی ہیں اور پانچ پانچ بچے چھوڑ جاتی ہیں

ہمارا معاشرہ مردوں کے غلبے کا معاشرہ کہلاتا ہے مگر جرائم کی دنیا میں اگر جگا ڈاکو مرد ہے تو پھولن دیوی ڈاکوؤں کی ملکہ بھی گزری ہے۔

علمائے اسلام کا فرض ہے کہ محض علامہ کہلوانے کے شوق میں ان مجالس میں شریک نہ ہوا کریں اور دین سے بے زار لوگوں کی ہاں میں ہاں نہ ملایا کریں۔اور اگر شریک ہونا ہی واجب ہو تو ان لوگوں کو دندان شکن جواب دیا کریں۔میں نے جستہ جستہ جیوٹی۔وی پر اور اخبارات میں یہ پروگرام دیکھے سنے ہیں اگر اس کاروائی میں کوئی کام کی بات کہی گئی ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ قذف کا مقدمہ سننے والی عدالت اگر مدعی کا دعویٰ مسترد کر دیتی ہے۔تو وہی عدالت اسی فیصلے میں قذف کی حد بھی جاری کرے اور عورت کو از سر نو یہ مقدمہ دائر نہ کرنا پڑے۔

میں عام انسانی ضمیر سے ایک سوال پوچھتا ہوں کہ بھلا زنا، بدکاری اور فحاشی، بے حیائی کو روکنا چاہیے یا نہیں؟ مغرب کا ضمیر اس باب میں مر چکا ہے۔ہم پاکستان کے مسلمانوں سے پوچھتے ہیں اور اس کے تین ممکنہ جواب تین طبقات سے امید رکھتے ہیں۔اولاً سچے مسلمان جو ہر قیمت پر اس کا انسداد کرنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ خود بھی اس سے مجتنب رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تمدنی زندگی اس کے ناپاک اثرات سے محفوظ رہے۔اس طرح سے وہ اپنا وزن حق کے پلڑے میں ڈالتے ہیں۔دوم وہ مسلمان جو دل سے تو شاید اس کی مذمت کرتے ہوں مگر کہیں محفوظ موقع مل جائے تو ارتکاب کر گزرتے ہیں۔سوم وہ بے حیا طبقہ جو اس بازار کا سوداگر ہے اور یہی وہ طبقہ ہے جو چولے بدل بدل کر، انسانی حقوق کے نام پر صنفِ نازک کے احترام کی رہائی دیتا رہتا ہے حالانکہ اسی طبقہ نے اپنی ہوس رانیوں کیلئے اس بازار کو آباد رکھا ہے۔آغا شورش مرحوم کی کتاب اس بازار کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خود طائف بھی اس کاروبار سے بے زار ہے۔اور ہمیشہ بے تاب رہتی ہے کہ کوئی آئے اور اسے اس جہنم سے نکالے اور باعزت زندگی کی لذتوں سے آشنا کرے۔وہ بار ہا یہاں سے بھاگتی ہے مگر پھر پکڑی جاتی ہے اور آخر کار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھک ہار کر حالات کے جبر سے سمجھوتا کر لیتی ہے۔

اسلام ارتکاب زنا کے امکانات کو ختم کرتا ہے۔ پردہ کا حکم اگر پوری طرح نافذ ہو جائے تو یہ مسئلہ ختم ہو سکتا ہے مگر مذکورہ طبقہ یہاں دل کا پردہ پیش کرتا ہے۔ مرد و زن کی مخلوط محافل قائم کراتا ہے۔ انھی ادبی، سماجی اور سیاسی مخلوط محفلوں میں نظریں لڑتیں، دل مچلتے اور آخر کار معصیت کی دنیا آباد ہوتی ہے۔ یہی طبقہ وہ ڈرامے لکھتا، لکھواتا اور الیکٹرانک میڈیا پر پیش کرتا ہے جن کا مرکزی خیال ہی ہیرو اور ہیروئن کے درمیان سفلی جذبات کو پروان چڑھانا ہوتا ہے۔ نوخیز بچے یہ ڈرامے دیکھ کر بہت جلد متاثر ہوتے ہیں اور ان کے جذبات میں ایک ایسی غیر قدرتی ہلچل پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ مستقل طور پر جنسی ناآسودگی کا شکار ہو کر اس کی تسکین کیلئے غلط راہوں پر چل نکلتے ہیں۔

یہی طبقہ اسلام کی سزاؤں کو وحشیانہ کہتا ہے۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ بھلا زنا بالجبر وحشت ہے یا نہیں؟ اسے وہ ضرور وحشت مانیں گے۔ کیا اس وحشت کا انسداد ہونا چاہیے یا نہیں؟ یہ اختلاف فکر ہے۔ یہ طبقہ چاہتا ہے کہ مغرب کی طرح ادھر بھی زنا بالرضا جائز ہو جائے لیکن انہیں مشکل یہ درپیش آتی ہے کہ وہ یہ بات کھل کر نہیں کہہ سکتے اس لئے کبھی اسلام کی سزاؤں کو وحشیانہ کہتے ہیں اور کبھی اس قسم کے مذاکرے کراتے اور حقوق نسواں کے حوالے اور صنف نازک کے احترام کے جذبے سے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں پھر ایک مشکل موجود ہوتی ہے کہ اگر قانون میں زنا کو ناقابلِ مواخذہ ٹھہرا دیا جائے تو بھی اس کے خلاف وہ نفرت ختم نہیں ہوتی جو غیرت کے نام پر قتل کراتی ہے۔ کبھی یہ کہا جاتا ہے مرد، عورت پر ظلم کرتا ہے۔ اس پر سوتن لاتا ہے۔ بجا! پر یہی کام تو خود عورت بھی کرتی ہے جو خاوند کی موجودگی میں غیر مرد سے آشنائی کرتی ہے۔ بے شمار ایسے واقعات اخبارات میں چھپتے ہیں کہ خاوند کو راہ سے ہٹانے اور کھل کھیلنے کیلئے اسے زہر کھلا دیتی ہے یا اسے اور اپنے پیارے بچوں کو چھوڑ کر آشنا کے ساتھ بھاگ جاتی ہے۔ اس وقت کوئی این۔ جی۔ او مرد کی مدد کو نہیں آتی!

مرد اگر عقدِ ثانی کرے تو گردن زدنی لیکن عورت آشنا رکھے تو قابل معافی! ایں چہ بوالعجیست؟ تہمینہ درانی نے اپنی کتاب مینڈ اسائیں میں بانگِ دہل تسلیم کیا ہے کہ اس نے مدتوں اپنے خاوند کی زندگی، موجودگی اور اس کے گھر میں رہتے ہوئے، جناب مصطفےٰ کھر سے جنسی تعلقات قائم رکھے اور مدتوں بعد خاوند سے بجبر و اکراہ طلاق لی اور بیٹی اس کے حوالے کر کے کھر صاحب سے نکاح کر لیا۔ کیا کوئی این۔ جی۔ او یہ بتائے گی کہ تہمینہ کی مامتا کہاں سو گئی تھی؟ ہائے مظلوم خاوند!

© rasailojaraid.com